شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیر سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

اپریل **2011**ء/ ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ **1432**ھ – جلد نمبر **3**، شمارہ نمبر **4** – قیمت فی شمارہ: مبلغ **12** روپے – سالانہ ممبر شپ: مبلغ **150** روپے – تین سالہ ممبر شپ: مبلغ **400** روپے

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ’’صحابہ کرامؓ کو فوقیت دینے کی وجہ ایک چیز تھی، جو ان کے دلوں میں ڈال دی گئی تھی، وہ حقیقت کیا تھی؟ حضرت والا نے فرمایا کہ: جس طرح کسی کو کسی چیز کا خیال لگ جائے تو اسی طرح ان کو دین کا ہمہ گیر خیال ایسا لگا ہوا تھا، جو اَوروں کو حاصل نہیں تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا شام کی ایک ایسی جنگ کا قصہ ہے کہ اس سے پہلے بہت سی فتوحات ہو چکی تھیں۔ تین دن ایسا ہوا کہ جنگ کی مشغولیات سے واپس آتے، مگر خیمے میں چھینکے پر روٹی نہ ہوتی۔ کھجور، یا ستو، یا جو (کچھ) ملتا، اس سے اپنا کام چلاتے۔ مگر غلام سے کچھ نہ کہا۔ تیسرے دن خادم کو بلا کر کہا: بیٹا! قرآن میں ہے کہ انسانی جسم کا قیام کھانے پر ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا؟ اس نے حیران ہو کر جواب دیا کہ مَیں تو جَو کی روٹی حسبِ معمول پکاتا ہوں۔ اپنا حصہ کھا لیتا ہوں۔ آپ کا حصہ چھینکے پر رکھ دیتا ہوں اور سمجھتا رہا ہے کہ آپ آ کر کھا ہی لیتے ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا: اس میں بھی کوئی بہتری ہے۔ دیکھو کہ روٹی کون لے جاتا ہے۔ اگلے روز دیکھا کہ سامنے کے محصور شہر میں سے بدرو (گندے نالے) کے راستے ایک کتا آتا ہے۔ اور روٹی لے کر اسی شہر میں چلا جاتا ہے۔ چناں چہ اسی راہ سے گھس کر اس شہر کو، جو کافی مہم کے بعد بھی فتح نہ ہوتا تھا، فتح کر لیا۔‘‘

(مجلس **05** رمضان المبارک **1367**ھ/ **13** جولائی **1948**، بروز: منگل، مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: **23-222**۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: تشریح........ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ 2
درسِ حدیث: تشریح... حضرت مولانا خواجہ عبد الحیٔ فاروقیؒ 2
اداریہ.......................... مدیر اعلیٰ 3
خطبہ جمعۃ المبارک..................... مفتی عبد الخالق آزاد 4
عرب ممالک میں حالیہ ’’انقلابات‘‘ کی حقیقت.......... شاہ زیب خان 6
رفتارِ کار.............................. سعد احمد خان 8
دینی مسائل........................ مفتی عبد الغنی قاسمی 8

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور: **رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

سکھر کیمپس: فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

ملتان کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سالانہ ممبر شپ کی رقم ’’ناظم دفتر‘‘ کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ◯ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
تین سال کی ممبر شپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ ◯ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

درسِ قرآن

تشریح: امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قیامتِ کبریٰ : انقلابِ عمومی کا اشارہ

وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَۃِ وَمَہِّلۡہُمۡ قَلِیۡلًا ۝ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّجَحِیۡمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا ۝ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَکَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ۝ (14-11:73)

ترجمہ: ''اور مجھے اور جھٹلانے والے دولت مندوں کو چھوڑ دو اور انھیں تھوڑی سی مدت مہلت دو۔ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں، تیز آگ، گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ جب زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ پھسلتے ریت کے ٹیلے بن کر رہ جائیں گے۔''

ان آیات میں آنے والے بہت بڑے خوف ناک واقعہ کا ذکر ہے۔ اور اس میں ''مُکذّبین'' (سچائی کا انکار کرنے والوں) کے لیے، جن کا اوپر ذکر آیا ہے، ایک بہت بڑا ڈراوا ہے۔

امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کے مطابق ان آیات میں آنے والی بڑی قیامت کے علاوہ چھوٹی دنیاوی قیامت ''انقلاب عمومی'' کی طرف بھی اشارہ ہے۔ قرآن درحقیقت آنے والے انقلاب سے ڈرانا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ قیامتِ کبریٰ کے واقعات کو، جو تمام اقوام میں مسلمہ طور پر معلوم ہیں، عنوان بناتا ہے۔ اگر قرآن حکیم محض عربوں کے لیے نازل ہوا ہوتا تو وہ عرب کی گزشتہ تاریخ کے واقعات، مثلاً عاد و ثمود کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا۔ مگر یہ عالم گیر صداقتیں لے کر آیا ہے۔ اس لیے اُسے ان عالم گیر صداقتوں کے نہ ماننے والوں کی عبرت انگیزی کے لیے مسلمہ عالم گیر حوادث ہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے ان آیات میں ''انقلاب عمومی'' کی طرف اشارہ کرنے کے لیے قیامت کے عالم گیر حادثے کو ذریعہ بنایا ہے۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کے پروگرام میں انسانیت کے لیے کھانے پینے کے انتظام کو پوری اہمیت دینی چاہیے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ سوئے۔ جب اس اصول پر اصلاح شروع کی جائے گی تو اسے اپنے زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آئیں گے۔ وہ اس گھر میں آرام سے نہ رہ سکے گا، جس میں وہ اب تک ظالمانہ انداز سے رہتا تھا۔ وہ اس شہر میں نہ رہ سکے گا اور اس ملک میں نہ رہ سکے گا، جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو۔

جب کسی قانون کا کوئی باغی پکڑا ہوا آتا ہے تو اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اسے وہاں بدترین غذا ملتی ہے۔ اور تمام راحتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے دشمن کو بیڑیوں میں کس کر پہلے دنیاوی قید خانے میں ڈالا جائے گا۔ اور یہاں سے مر کر نکلتے ہی وہ جہنم کے قید خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ چوں کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتا تھا، اس لیے اسے دنیاوی جیل میں اور اس کے بعد اُخروی جیل (جہنم) میں ایسا کھانا دیا جائے گا، جسے وہ کھا نہ سکے گا۔ اور جس طرح مساکین اسے دیکھ دیکھ ترستے تھے، اب وہ کھانے کو ترسے گا۔ البتہ دنیاوی عذاب کا قاعدہ اتنا عام اور ہمہ گیر نہیں جتنا اخروی زندگی کے عذاب کا ہے۔ کیونکہ جو شخص انقلابی جماعت کی کامیابی سے پہلے مر گیا، وہ اس کے ہاتھوں سزا پانے سے بچ جائے گا۔ جو لوگ ان ایامِ انقلاب کی پوری سزا سے بچ گئے، ان کے لیے آخری بازپُرس کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس روز سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس روز اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرے گا۔

پس کھاتے پیتے لوگ جو انسانیت کی خدمت کے اصولوں سے انکار کرتے ہیں، مُکذّبین ہیں۔ وہ اس بڑے یومِ انقلاب ''قیامت کبریٰ''، اور اس آنے والے چھوٹے یومِ انقلاب ''قیامتِ صغریٰ'' سے ڈریں۔ اور ان کے پاس جو نعمتِ الٰہی ہے، اس میں سے ان کو بھی بقدرِ ضرورت دیں جو اس سے محروم ہیں۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت کی برکت

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم:

"إنّ الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم. يأخذ الشّاة، و القاصية، و الناحية. و إيّاكم و الشعاب. و عليكم بالجماعة و العامّة."

(باب الإعتصام بالكتاب و السنة، الفصل الثالث، مشكٰوة)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''شیطان انسان کے لیے ایسا ہی بھیڑیا ہے، جیسے بکری کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر اس بکری کو پکڑ لیتا ہے، جو ریوڑ سے دور بھاگنے والی ہو اور جو ریوڑ سے علاحدہ ہو کر کنارے پر چل رہی ہو۔ اور تم اکیلے ہونے سے بچو۔ اور تم پر جماعت اور سب کے ساتھ رہنا لازم ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتحاد و اتفاق اور جماعت کے ساتھ رہنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اگر ایک جماعت کو بکریوں کے ایک ریوڑ پر قیاس کریں تو جماعت اور اجتماع کی فضیلت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو بکری بھی بھیڑیے کا شکار ہوتی ہے، وہ یا تو وہ ہوتی ہے، جو ریوڑ سے جدا ہو کر بھاگ نکلے یا جو ریوڑ سے الگ دور چلی جائے یا جو ریوڑ کے کنارے کنارے رہے۔ بھیڑیا ہمیشہ ایسی بکری پر ہی دلیر ہوتا ہے۔ پورے ریوڑ پر حملہ شاذ و نادر ہی کرتا ہے۔ اور اگر کرے بھی تو گڈریے کی لاٹھی اسے وہیں ڈھیر کر دیتی ہے۔ جو بکری ریوڑ کے ساتھ رہے، یعنی اختلاف و افتراق میں نہ پڑے۔ ریوڑ سے الگ نہ ہو، وہ بھیڑیے کے حملوں سے محفوظ رہتی ہے۔

آیئے! اب اس مثال کا اطلاق مسلمانوں کی جماعت پر کریں۔ یہاں بھیڑوں کی جگہ افرادِ ملت ہیں۔ اور بھیڑیا شیطان ہے۔ اگر تمام مسلمان متحد ہو جائیں۔ دین، مذہب، معاشرت اور سیاسیات میں اختلاف نہ ڈالیں۔ تنازعات کو ہوا نہ دیں، خودغرضی اور نفس پرستی سے بچے رہیں، ایثار اور قربانی کے کام میں ہمدردی و تعاون کو برقرار رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطان ان پر حملہ کرنے کی جرأت کرے یا وہ شیطان کے بہکانے میں آ جائیں۔ جو شخص بھی مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور جماعت سے الگ ہو کر نیا دین پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ نئی نئی باتیں نکالے۔ اس پر شیطان کا تیر بالکل ٹھیک بیٹھتا ہے۔ کیوں کہ انسان کا یہ دشمن ہمیشہ اس تاک میں رہتا ہے کہ جونہی ہم میں سے ایک فرد جماعت سے الگ ہو، اسے راہ راست سے دور بہکا لے جائے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان مختلف گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ بہت سے فرقے پیدا ہو چکے ہیں۔ ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علاحدہ مسجد بنا رہا ہے۔ ہر گروہ اپنا جدا نعرہ لگا رہا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے شیرازے کا بکھر جانا ناممکن نہیں۔ ان کی اجتماعی قوت کمزور پڑ جائے گی۔ اور یہ منتشر ہو کر الگ الگ اپنے دشمن کا شکار ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں انسانی جمعیت کو ایک ریوڑ سے، ایک فردِ ملت کو کمزور بھیڑ سے اور دشمنِ دین و ایمان شیطان کو موذی درندے بھیڑیے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ تشبیہ حقیقت حال کی واضح نشان دہی کرتی ہے۔ جب تک انسان اپنی ملت و جمعیت کے درمیان اتحاد و اتفاق سے رہتا ہے، وہ ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ جوں ہی وہ ذرا بھی اختلاف میں پڑا، اس نے اتحادِ ملی میں رخنہ ڈالا۔ جمعیت سے باہر نکلا، شیطان کا شکار ہو گیا۔ اب وہ کسی طرح محفوظ نہیں۔

اداریہ

فرسودہ نظام اور جمہوریت کی زبوں حالی

روحِ عصر کے تناظر میں قومی سوچ اور ملی تقاضوں کے مطابق سماجی تشکیل قوموں کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشروں کی ترقی کے لیے ایسے نظام کا قیام وقت کا تقاضا ہوتا ہے، جس میں قومی اور ملی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ ادارتی بنیادوں پر جمہور عوام کے سیاسی، معاشی اور سماجی تقاضوں کو پورا کرنے والی سول سوسائٹی کا وجود ہی سماجی ارتقا میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے قومی جمہوری بنیادوں پر معاشروں کی ترقی سے ہی قومیں آگے بڑھتی ہیں۔

جمہوریت کے حوالے سے ہمارے ملک کو عجیب حالت درپیش ہے۔ ہم قومی اور ملی تقاضوں کے حوالے سے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور جمہوریت کے بڑے راگ الاپتے ہیں، لیکن نہ قومی تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں اور نہ ہی جمہوری بنیادوں پر ادارتی عمل کو فروغ دیتے ہیں۔ سامراجی طاقتوں کے زیرِ اثر قومی اور ملی تقاضوں کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر ادارتی عمل کو فروغ دینے کے بجائے انفرادی اور طبقاتی آمریت مسلط کرتے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر بنائے جانے والے ادارے، ادارتی میکنزم پر عمل کرنے کے بجائے شخصیات کے اسیر بن کر رہ جاتے ہیں۔ ادارہ جاتی بنیادوں پر نظام قائم کرنے سے کوسوں دور ہیں۔ چناں چہ مجموعی طور پر ہم کسی بھی شعبے میں صحیح پالیسی بنانے، متعین کردہ پالیسی کے مطابق حکمتِ عملی طے کرنے، اس پر عمل درآمد کی درست نگرانی کرنے اور اس سلسلے میں شعوری رہنمائی دینے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ اور اس سلسلے میں ہم قومی سطح پر بہت زیادہ کوتاہی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

آج ہم جمہوری آزادی کے نام پر نظم و ضبط اور ڈسپلن سے عاری ہیں۔ ہمارا معاشرہ ڈسپلن کے فقدان کے سبب جنگل کا منظر پیش کر رہا ہے۔ قاعدہ قانون موم کی ناک کی طرح ہے۔ جس نوعیت کے مفادات حاصل کرنے ہوں، قانون کی ناک اسی طرف موڑ دی جاتی ہے۔ خاص طور پر قانون کے رکھوالوں اور محافظوں کا طرزِ عمل اس حوالے سے بڑا نمایاں ہے۔ قانون کے نام پر لاقانونیت، نظام کے نام پر بدنظمی، سیاست کے نام پر غیر سیاسی طرزِ عمل، مذہب کے نام پر لامذہبیت اور جمہوریت کے نام پر چند خاندانی لمیٹڈ کمپنیوں کی وراثتی آمریت ہمارے معاشرے کی شناخت بن چکی ہے۔

ان سب خرابیوں پر مستزاد یہ کہ معاشی حوالے سے ملک کی حالت انتہائی دگرگوں ہے۔ معاشی پالیسیوں کے نام پر مقتدر طبقات کی بدمعاشی عروج پر ہے۔ امیر، امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ غربت و افلاس پورے معاشرے پر ایک سیاہ چادر کی طرح تنی ہوئی ہے۔ مہنگائی کا عفریت انسانیت کو نگل رہا ہے۔ آئے روز اشیائے ضرورت کی قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ روزمرہ استعمال کی اشیا کی قیمتیں عام آدمی کی سکت سے باہر ہوتی جا رہی ہیں۔ انسانی محنت و مشقت کا پورا معاوضہ نہیں مل رہا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ملکی اور غیر ملکی قرضوں کا بوجھ عوام پر بڑھتا جا رہا ہے۔ پہلے دور کے مقابلے پر حالیہ تین سالوں میں معاشی تباہی و بربادی ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ ملک کے وزیرِ خزانہ، مالیاتی اداروں کے سربراہان اور ٹیکس جمع کرنے والے اداروں کے افسران معاشی ناکامی کا اعتراف کر رہے ہیں۔ یوں ہر گزرتے دن کے ساتھ معاشی بحران بڑھتا جاتا ہے۔ اور اقتصادی تباہ حالی کے خوف ناک سائے ملک و قوم پر مسلط ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشی سرگرمیوں سے وابستہ لوگ ایک انجانے خوف کی حالت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

الغرض پوری قوم حقیقی بنیادوں پر قومی اور جمہوری تقاضوں کے مطابق سیاسی نظام سے محروم ہے۔ اور عدل و مساوات پر مبنی معاشی نظام مفقود ہے۔ گویا پوری قوم معاشروں کی ترقی میں کردار ادا کرنے والے بہترین سیاسی، معاشی اور سماجی نظام سے کوسوں دور ہے۔ ایسے میں ضرورت تھی کہ سنجیدگی سے ملکی سسٹم کی خرابی کا ادراک کیا جاتا۔ قومی تقاضوں کا شعور بیدار کیا جاتا۔ جمہوری بنیادوں پر اداروں کی تشکیل اور بہترین نظام کے قیام کی ضرورت کو تسلیم کیا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ ہماری سیاسی اور مذہبی قیادتیں بے شعوری پر مبنی ایسی سرد مہری اختیار کیے ہوئے ہیں، جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ گویا ان قیادتوں کے حوالے سے ملکی منظرنامہ ایک ایسی سرد رات کا سا سماں پیش کر رہا ہے کہ جس میں جمود کا شکار ٹھٹھری ہوئی قیادتیں شعور و آگہی کی حرارت سے محروم ہیں۔ شعوری بنیادوں پر کام کرنے کے لیے ان کا قومی وژن سلب ہو چکا ہے۔ ادارتی بنیادوں پر جمہوری تقاضوں پر عمل درآمد کا کوئی مشن ان کے سامنے نہیں۔ قیادتوں میں مایوسی اور مرعوبیت کی پرچھائیں گہری ہوتی جا رہی ہیں۔ جس سے ان کی قوتِ فکر و عمل سلب ہو چکی ہے۔

ایسے حالات میں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ قومی حوالے سے اجتماعی زندگی کے مسائل پر صحیح غور و فکر کیا جائے۔ قومی سطح پر پیدا شدہ مسائل کا درست خطوط پر جائزہ لیا جائے۔ اور ان اسباب کی نشان دہی کی جائے، جن کی وجہ سے سوسائٹی میں یہ تباہ کن حالت پیدا ہوئی۔ جمود اور تنگ نظری کے حامل معاشرے میں شعور و آگہی کی قندیل روشن کی جائے۔ اور بے حسی پر مبنی معاشرتی حالت میں سماجی عقل و شعور کی حرارت پیدا کی جائے۔ مایوسی، مرعوبیت کے ماحول سے نکل کر جرأت و ہمت سے سماجی مسائل کا ادراک حاصل کیا جائے۔ قومی اور ملی تقاضوں کا شعور بیدار کیا جائے۔ نیز قومی جمہوری بنیادوں پر ادارتی نظام کی تشکیلِ نو کے لیے ہمہ گیر سماجی تبدیلی کے نظریے پر جدوجہد کی جائے۔ عدل و مساوات پر مبنی معاشی نظام کے ذریعے سے معاشرے کی بھوک اور افلاس کا خاتمہ کیا جائے۔ اور غربت کے عذاب سے قوم کو نجات دلائی جائے۔ تب ہی قومی زوال کی اس حالت کو روکا جا سکتا ہے۔ ایسی شعوری جدوجہد سے ہی سماجی تشکیل کے قومی اور ملی تقاضوں کا ادراک ہو سکتا ہے۔

ہمارے نوجوانوں میں بڑی پوٹینشل ہے۔ وہ دین کی سچی تعلیمات سے لازوال وابستگی رکھتے ہیں۔ ایسے میں قومی سطح پر بڑی ضرورت یہ ہے کہ دینِ اسلام کی سچی تعلیمات کے تناظر میں اپنے معاشرے کو بدنظمی اور لاقانونیت سے پاک کیا جائے۔ اور فرسودہ نظام کے خاتمے کے لیے شعوری جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ قومی سطح پر ڈسپلن کا حامل بہترین نظام قائم کر کے نظم و ضبط پیدا کرنے کو اپنا ہدف قرار دیا جائے۔ جھوٹی قیادتوں کے چنگل سے نکل کر سماجی تعمیرِ نو کے شعور کی حامل جرأت مند قیادت کو اپنا رہنما مانا جائے۔ انفرادیت، طبقاتیت، فرقہ واریت اور تشدد کی ذہنیت سے علاحدگی اختیار کر کے اجتماعیت اور بھائی چارے پر مبنی رویوں کو فروغ دیا جائے۔ سوسائٹی کے اجتماعی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی شعوری جدوجہد کو پروان چڑھایا جائے۔ ہمارے نوجوان جتنی جلد سماجی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے بنیادی تقاضوں کو سمجھ کر دینی شعور کی بنیاد پر جدوجہد کو سمجھ لیں گے، اتنی ہی جلد ہمارا معاشرہ اجتماعی کامیابی کی منازل طے کرتا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی شعور کی اساس پر سماجی مسائل حل کرنے، قومی اور ملی تقاضوں کے مطابق معاشرہ تشکیل دینے، جمہوری تقاضوں کے مطابق ادارتی عمل کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی نوجوان نسل میں اس حوالے سے شعور و آگہی کی تحریک کو فروغ دینے کی جدوجہد کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مدیرِ اعلیٰ)

خطبہ جمعۃ المبارک

سماجی تشکیل کے حوالے سے مسلمان جماعت کی ذمہ داری

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 12 فروری 2010ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور)   ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلّی علی رسوله الکریم، امّا بعد: قال اللّٰه تعالٰی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (2:143) صدق اللّٰه العظیم.

معزز دوستو! مسلمان جماعت انسانی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے دنیا میں بھیجی گئی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: میں اور میری جماعت کی بعثت انسانیت کی ترقی پر گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: حشر کے میدان میں جب اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیا علیہم السلام سے سوال کریں گے کہ آپ نے کیا کام سرانجام دیے ہیں؟ تو وہ عرض کریں گے کہ ہم نے فلاں فلاں اُمور سرانجام دیے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے گواہ کون ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے کہ امت محمدیہ ہم پر گواہی دے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کی وجہ سے انسانیت نے ارتقا حاصل کیا۔ کام یابیاں حاصل کیں۔ انسانی معاشرے کو ترقی دینے کے لیے کردار ادا کیا۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مختلف فنون اور شعبوں کے اندر انسانوں نے جتنی بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور ترقی کے گُر سیکھ کر اس کو نسل انسانی تک منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کا ثمرہ ہے۔ نبی اکرمؐ کی تعلیمات کی وجہ سے آج ہم اس سے آگاہ ہیں۔ اب جو لوگ اپنے شعبے کے ماہرین ہوتے ہیں، وہ اپنے کام کے تاریخی تسلسل کی گواہی دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح انسانی معاشروں کو ترقی دینے اور ہر دور کے انسانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرنے کے حوالے سے حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیا نے جو جدوجہد کی ہے، اس کو اس اُمت کے علمائے ربانیین اور مجددین اولیاء اللہ نے سمجھا ہے۔ اور اس پر گواہی دینے کی صلاحیت ان کے اندر موجود ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب یہ اُمت گواہی دے گی تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ تم تو اس وقت نہیں تھے، تمہارا گواہ کون ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں تمہارا گواہ ہوں گا۔'' اب یہ گواہی کا عمل اسی وقت ممکن ہے، جب کہ ان سارے معاملات کا مشاہدہ کرے اور ان کو جانتا ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ'' کہ تم انسانیت پر گواہ بنا کر بھیجے گئے ہو۔ انسانی اُمور پر تمہاری گواہی ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اب گواہی اور نگرانی کے لیے ضروری ہے کہ ان اُمور کو سمجھا جائے جو کہ انسانی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ یہ گواہی ان لوگوں کی نہیں ہے، جن کو اپنے معاملات کے بارے میں کوئی شعور اور آگاہی نہ ہو۔ اور حقائق کا ادراک نہ ہو۔ ان کی مہارت وصلاحیت ان کے اندر موجود نہ ہو۔ ایسے لوگ گواہی اور نگرانی کے قابل نہیں ہیں۔ انسانی معاشروں میں گواہی دینے کا عمل، عقل و شعور اور مہارت کا تقاضا کرتا ہے۔

اب اگر مسلمان جماعت کو انسانیت کے لیے نگران مقرر کیا گیا ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ ان کے لیے ان معاشرتی اُمور کو سمجھنے اور ان میں مہارت حاصل کرنے کی کتنی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایک مسلمان کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانیت کے بنیادی مسائل کا ادراک کرے۔ اور پھر ان مسائل کو حل کرنے کا درست طریقہ کار اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ چناں چہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ انسانی معاشرے کے سماجی معاملات و مسائل اور پھر ان کو حل کرنے کے لیے سماجی عقل وشعور کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے، جیسے انسانی جسم میں دل کا ہونا ضروری ہے۔ انسانی جسم میں سے اگر دل کو نکال دیا جائے تو انسانی زندگی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ بغیر روح اور دل کے انسان کا ایک ایسا جسم ہوگا، جو اپنے ارادے اور اختیار سے کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح انسانی معاشرے میں سماجی معاہدات اور ارتفاقات اور ضرورتوں کا نظام بھی دل کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سماجی ضرورتوں اور ارتفاقات کا نظام قائم کرنا ہی دراصل تمام شرائع الٰہیہ کا بنیادی مقصد تھا۔ اسی طرح وہ تمام مقدس کتابیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل کی گئیں، ان کا بنیادی موضوع بھی یہی تھا۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی بعثت عالمی سطح پر عدل وانصاف کا سماجی نظام قائم کرنے کے لیے تھی۔ چناں چہ انبیا کے اسی مقصد کو سامنے رکھنا تمام دینی جماعتوں پر لازم ہے کہ وہ معاشرے کے بنیادی مسائل کو سمجھیں۔ اور ان کے حل کرنے کی عقل اپنے اندر پیدا کریں۔ اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔ اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گواہی دینے کی اہل نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم کے گدی نشین، علما اور حکمران طبقے نااہل ہو جائیں، ان میں معاشرتی مسائل حل کرنے کی صلاحیت واستعداد نہ ہو تو اس وقت وہ خود بھی گمراہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس لیے انسانی معاشرتی مسائل کو سمجھ کر ان کو حل کرنے کی عقل وشعور پیدا کرنا، یہ عمل درحقیقت پوری اُمتِ محمدیہ پر فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی ہر دور میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے، جو ان مہارتوں اور صلاحیتوں کی حامل ہو۔ اور اگر ایسی جماعت موجود نہ ہو تو پھر پوری کی پوری سوسائٹی اللہ کی گرفت اور عذاب کی حالت میں ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ تمام کے تمام لوگ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوا کرتے، لیکن ایک جماعت کے افراد میں یہ مہارتیں اور صلاحیتیں پیدا کرنا، ان کی تربیت کرنا ضروری ہے۔ جیسے کہ دنیاوی اُمور کے شعبے چلانے کے لیے ہر شعبے سے متعلقہ ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ تمام لوگ تمام شعبوں میں ماہر ہوں۔ کیوں کہ عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا۔

سوال یہ کہ مسلمان معاشروں میں ایک ایسی سچی جماعت تیار کرنے کے حوالے سے جو ذمہ داری بنتی تھی، اس کو ہم نے کس حد تک پورا کیا گیا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان معاشروں سے یہ جذبہ ختم ہوگیا ہے کہ ہم نے ایسی جماعت تیار کرنی ہے، جو کہ انسانیت کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت واستعداد رکھتی ہو۔ اور اس کے لیے جدوجہد کرے۔ گویا بحیثیتِ مجموعی مسلمان معاشرے سے ایسی جماعت کے لیے رجالِ کار کی تیاری کا عمل ختم ہوگیا ہے۔ اس طرح دین کے عادلانہ نظام کو غالب کرنے کے حوالے سے ذمہ داری کو پورا نہیں کیا جا رہا۔ دنیا میں تمام مسلم ممالک، جو تعلیمی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام چلا رہے ہیں، انھیں اس کا جائزہ لینا چاہیے کہ قرآن کی تعلیمات اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں انسانی مسائل کو حل کرنے کی انھوں نے کوئی کوشش کی ہے؟ کیا ہم نے مجموعی طور پر معاشی نظام اور اس کے مختلف شعبوں کے حوالے سے سوچنے کا عمل اور اس پر کوئی

rahimia.org

تربیت یافتہ جماعت بنانے کی حکمتِ عملی اختیار کی ہے؟ اور پھر یہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کہ اس پہلو سے انسانی مشکلات کون کون سی ہیں؟ اور انسانیت کو انسانی بنیادوں پر کون سے خطرات لاحق ہیں؟ اور پھر ان تمام مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دینی سکول آف تھاٹ کا تعین اور اس پر عمل کا کوئی طریقۂ کار وضع کیا ہے؟

تمام انبیاؑ سے عقیدت اور محبت رکھنے والے لوگ تو موجود ہیں، جو کہ کسی نہ کسی انداز میں اس کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ان انبیاؑ کی، جو معاشرتی تشکیل کے حوالے سے تعلیم تھی، اس کو اختیار کرنے اور غالب کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور پھر اس حوالے سے زیادہ ذمہ داری مسلمانوں کی بنتی ہے۔ کیوں کہ ان مسلمانوں پر گواہی اور نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس لیے مسلمان پر لازم ہے کہ انسانیت کے مسائل کو حل کرنے کا بہترین طریقہ لوگوں کے سامنے واضح کرے۔ آج کے دور میں انسانیت سیاسی مسائل سے دوچار ہے۔ آج انسانیت کو بدامنی کا سامنا ہے۔ ان کی جان، مال اور عزت غیر محفوظ ہے۔ مسلمانوں کے پاس ان کو حل کرنے کا عملی نظام کیا ہے؟ ایسے موقع پر محض نعرے بازی کافی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی سماج کے مسائل کو حل کرنے کا درست طریقۂ کار بنایا جائے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات، حضورؐ اور آپؐ کی جماعت کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں انسانیت کو درپیش سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کا واضح حل پیش کیا جائے۔ اگر مسلمان جماعت کے پاس مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی درست طریقۂ کار نہ ہو تو یہ کیسا گواہ اور نگران ہے۔ ایک صلاحیت اور شعور سے محروم فرد گواہی کیسے دے گا؟ اور لوگوں کی نگرانی کیسے کرسکتا ہے۔ سیاسی عقل وشعور نہ ہو اور محض خلافت کا نعرہ لگا کر امریکہ اور یورپ کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگیں۔ اسی طرح معاشی مسائل کے حل کی عقل نہ ہو حتیٰ کہ اپنے علاقے کے معاشی مسائل حل نہ کرسکیں تو دنیا کی اقوام کے مسائل کیسے حل کرسکتے ہیں! ۔

> ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی سماج کے مسائل کو حل کرنے کا درست طریقۂ کار بتایا جائے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات، حضورؐ اور آپؐ کی جماعت کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں انسانیت کو درپیش سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کا واضح حل پیش کرنا آج کے دور کے مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے

قرآن حکیم اور الٰہی تعلیمات، انبیا علیہم السلام کے ماننے والوں پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہیں کہ معاشرے میں ضرورتوں اور ارتفاقات کا نظام، عدل کی بنیاد پر قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ جب کہ المیہ یہ ہے کہ ہم ان تمام اُمور سے لاتعلق ہیں۔ ساٹھ مسلم ممالک کے نظام ہائے تعلیم ان امور پر گفتگو اور تربیت نہیں کرتے۔ ان کے نظام ہائے تعلیم میں ایک طرف چند قرآنی آیات واحادیث اور چند فقہی جزئیات یاد کروا کر رَٹا دی جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف انھیں قرآن وسنت کے مخالف سرمایہ داری نظام کے آلۂ کار افراد کے طور پر انھیں تیار کیا جارہا ہوتا ہے۔ آج ہمارا نظام دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ایک حصہ مذہبی رسومات کی رسمی تعلیم دے کر مذہبی نمائندے تیار کررہا ہے۔ اور وہ معاشرتی مسائل کو دنیا قرار دے کر اس کو اپنے دائرے سے خارج کرچکا ہے۔ جن کی اکثریت رسمی طور پر مذہبیت اختیار کیے ہوئے ہے۔ اور اگر کوئی مخلص لوگ ہیں بھی تو انھوں نے بھی دین کی سیاست کا انکار کرکے دین کو صرف دل کی دنیا آباد کرنے کا ذریعہ قرار دے دیا ہے۔ حال آں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اندر دل کو آباد کرنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے سچے اولیاء اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ جب سچی خدا پرستی پیدا ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں انسانیت دوستی اور انسانیت کے مسائل حل کرنے کی عقل بھی بڑھتی ہے۔ جو صوفی انسانی مسائل کو حل کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے تصوف کا کیا اعتبار ہے؟ اس کی عقل پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ یہ تو مذہبی طبقے کا حال ہے۔ اور دوسری طرف نظامِ تعلیم کے ذریعے سے ایسی کھیپ تیار کی جارہی ہے کہ جن نوجوانوں نے انسانیت کا گواہ اور نگران بننا تھا، ان کو سرمایہ داری نظام پڑھایا جاتا ہے۔ اور اس کو فروغ دینے کے لیے ان کی تربیت کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ نوجوان سرمایہ داری نظام کے بنائے ہوئے اداروں کی حفاظت کرے۔ اور اس نظام کا آلۂ کار بن کر اپنا کردار ادا کرے۔ اس طرح وہ سرمایہ دار کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

آج سوچنے کی بات ہے کہ ہمارا نظامِ تعلیم، سیاست اور معیشت ہمارے اندر کون کون سی صلاحیتیں پیدا کررہا ہے۔ غفلت کے پردے ہمارے دلوں پر ڈال دیے گئے ہیں۔ انفرادی سوچ، مفاد پرستی اور خود غرضی ہمارے دماغوں پر مسلط کردی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں ایک خطرناک تضاد پیدا ہوگیا ہے کہ ہم مسلمان یہ سوچ رکھتے ہیں کہ دین کا نظام غالب آنا چاہیے، لیکن ہمارے اردگرد کے نظریات، اعمال اور ساری حکمتِ عملیاں اس سے متصادم ہیں۔ ایک طرف مسلمان سود کی حرمت کے قائل ہیں دوسری طرف جس نظام میں زندگی بسر کررہے ہیں، جس ادارے میں کام کررہے ہیں، اس میں سود کی حرمت کی کوئی بحث نہیں۔ کیوں کہ اس میں صرف سرمایہ اور منافع کا زیادہ سے زیادہ حصول مقصد ہے۔ یہ کتنا بڑا تضاد ہے! امریکہ، روس اور چین کے نوجوان میں یہ تضاد نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا جو نظریہ ہے، وہی ان کا نظام ہے کہ سوشل اِزم اور سرمایہ داری کے نظریے پر تعلیم، مہارت اور صلاحیت حاصل کرکے اسی نظریے پر وہ اپنا نظام تشکیل دیتے ہیں۔ اس لیے ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ دنیا میں مسلمان نوجوان نسل دوعملی کی شکار ہے۔ اس کا مجرم کون ہے۔ دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمان ایک طرف تو دین کو اپنا نظریۂ حیات مانتے ہیں۔ ان کے دلوں سے حضورؐ، قرآن اور حدیث کی محبت نہیں نکالی جاسکتی، لیکن دوسری طرف ان مسلم ممالک میں جو سیاسی اور معاشی نظام عملاً موجود ہے، اس کا دین سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ پوری انسانیت کے مسائل کو سمجھنا اور پھر اس کو حل کرنے کا طریقہ اختیار کرنا تو دُور کی بات ہے، ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے مسلم معاشروں کے نوجوانوں کے مسائل حل کرنے کے لیے کیا کردار ادا کیا ہے۔

ہم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ جس نظریے سے ہمارا تعلق ہے، اس نظریے کی اساس پر ہم نے نظام تشکیل دینے کی کوشش کرنی ہے۔ اس تضاد کو ختم کرنے کا ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہم اپنے نظریے کا ہی انکار کرکے اُسی نظریے کو اختیار کریں، جس کا نظام قبول کررکھا ہے۔ اگر یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں جگہ تباہی اور بربادی ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ذلت اور رسوائی نہیں ہوسکتی۔ اس تضاد کو ختم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ کہ جس نظریے سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، اس کا نظام قائم کرنے کے لیے ڈیڑھ ارب مسلمان اٹھ کھڑے ہوں۔ اگر مسلمان ممالک کی نوجوان نسل عقل وشعور، تنظیمی اور عوامی قوت کے ذریعے سے اپنے اس نظریے کو سمجھنے اور اس کا عملی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کا راستہ اختیار کرے تو دنیا کی کون سی طاقت ہے، جو کہ اس کے راستے کی رُکاوٹ بن سکے اور آگے بڑھنے کا راستہ روکے۔ اس لیے آگے بڑھنے کا راستہ موجودہ دور کا تقاضہ ہے۔

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ نمبر 08 پر

rahimia.org

عرب ممالک میں حالیہ انقلابات کی حقیقت

شاہ زیب خان

عرب ممالک میں سیاسی چہروں کی حالیہ تبدیلیوں کو بین الاقوامی میڈیا عظیم عوامی انقلابات ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اپنی ماضی کی طرح اب بھی مغربی میڈیا ایک خاص ایجنڈے کے تحت ایک ہی نقطہ نظر کو لوگوں کے ذہنوں میں زبردستی اُنڈیلنے کی سعی کر رہا ہے۔ اس نقطہ نظر کے تحت وہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے کہ تیونس اور مصر میں مظاہرے اور پھر وہاں کے حکمرانوں کا اقتدار سے علاحدہ ہو جانا، درحقیقت وہاں کے مقامی لوگوں کی جدوجہد کا نتیجہ اور ایک حقیقی انقلاب ہے۔ ایک ایسا انقلاب، جو ان ممالک میں بسنے والے انسانوں کے بہتر مستقبل کا ضامن ہوگا۔

ان ممالک میں یہ سب اتھل پتھل عوام کے لیے بہتر مستقبل کا باعث بنتی ہیں یا نہیں، اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا، لیکن ایک بات طے ہے کہ یہ تمام تحریکات امریکی سامراج اور بین الاقوامی کارپوریشنز کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے چلوائی گئیں ہیں۔ ان تحریکات کا مقصد مشرقِ وسطیٰ میں کسی بھی ایسی ممکنہ تبدیلی کا قلع قمع کرنا ہے، جو ایرانی انقلاب کی طرز پر امریکی مفادات کے لیے مضر ہو۔ تیونس اور مصر کے حکمران امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک کردار ادا کرتے رہے تھے۔ لیکن ان ممالک کے اندر موجود نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نظام کے جبر سے نالاں تھی۔ اور اس بات کے خاطر خواہ امکانات موجود تھے کہ اگر ان کو ایک سچی قیادت منظّم کر کے سیاسی میدانِ عمل میں لے آئے تو وہ نہ صرف اپنے ملک کا نظام تبدیل کر سکیں گے، بلکہ اس نظام کی اوٹ میں امریکہ کی آلہ کاری سے بھی برأت کا اعلان کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکی سامراج نے اس ممکنہ خطرے کو بھانپتے ہوئے اپنے نظام کی تمام تر طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک حکمتِ عملی مرتب کی۔ اور اس کے تحت 2008ء میں ایک ادارہ قائم کیا۔ جس کا مقصد پوری دنیا سے ذہین نوجوانوں کو اکٹھا کر کے جدید سائبر ٹیکنالوجی کی چکاچوند سے متاثر کر کے ایک ایسا نظریہ دینا تھا کہ جس پر چل کر ان کو ایسا لگے کہ وہ اپنے خطے کی تقدیر بدلنے کا کام کر رہیں ہیں۔ لیکن وہ درحقیقت امریکی سامراج کے تحفظ کا باعث بنیں۔ اس ادارے کو الائنس فور یوتھ موومنٹس Alliance for Youth Movements (AYM) کا نام دیا گیا۔ اور اس نام سے پہلی کانفرنس 2008ء میں نیویارک میں منعقد کی گئی۔

اس کانفرنس میں پوری دنیا سے ایسے نوجوانوں کو، جو اپنے اپنے خطوں میں این جی اوز کے بنائے ہوئے ایجنڈے کے مطابق کچھ کام کر چکے تھے، مدعو کیا گیا۔ اس کانفرنس کو منعقد کروانے میں ان تمام اداروں کے نمائندوں نے کردار ادا کیا، جو امریکی نظام کے ستون گردانے جاتے ہیں: سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، خارجہ کونسل، نیشنل سیکورٹی کونسل اور ڈیپارٹمنٹ آف ہوم لینڈ سیکورٹی۔ ان کے علاوہ سائبر دنیا کی حکمرانی کرنے والی کمپنیوں: فیس بک، اے ٹی اینڈ ٹی اور گوگل کے نمائندوں نے مندوبین کو اپنے مقاصد بہتر طور پر حاصل کرنے کے حوالے سے اپنی سروسز کے استعمال کی ٹریننگ بھی دی۔ اس کانفرنس کو بڑی سامراجی میڈیا کمپنیوں کا بھی بھرپور تعاون حاصل رہا۔ اور این بی سی، اے بی سی، سی بی ایس، سی این این، ایم ایس این بی سی اور ایم ٹی وی نے اس سلسلے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اب ذرا غور کیجیے اور یہ دیکھئے کی مصر کی بظاہر عوامی تحریک، جس کا ہدف حسنی مبارک کی حکومت کا خاتمہ تھا، کی جڑیں 06/اپریل کی تحریک میں پیوست ہیں۔ جو کہ احمد ماہر نامی ایک مصری ایکٹوسٹ نے فیس بک پر چلائی تھی۔ یہی احمد ماہر امریکی سپانسرڈ الائنس فور یوتھ موومنٹس کی 2008ء کی کانفرنس میں بھی شریک ہوئے۔ اور براہِ راست فیس بک، ٹوئٹر اور گوگل کے ایگزیکٹوز سے اپنی تحریک کی بڑھوتری کے گُر سیکھے۔ اس وقت بھی ان کو امریکی میڈیا نے ان کے ایکٹیوزم کے حوالے سے زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اسی دوران ایک انتہائی اہم انٹرنیٹ جریدے وائرڈ ڈاٹ کام wired.com نے ان کے مصر میں کام کے حوالے سے خصوصی رپورٹ بھی شائع کی۔ یہی احمد ماہر، البرادعی کی فروری 2010ء میں قاہرہ ایئرپورٹ آمد پر ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ اور مصر کے آئندہ انتخابات میں ان کی بطورِ صدر نامزدگی کی تحریک کے روحِ رواں بھی بنے۔ البرادعی، جو کے اقوام متحدہ کے ادارے انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی International Atomic Energy Agency (IAEA) کے ایک سے زیادہ مرتبہ سربراہ بھی رہے ایک اور اپنی مصر آمد تک امریکی ادارے انٹرنیشنل کرائسز گروپ International Crisis Group کے مشیر بھی رہے۔ اس ادارے کا مقصد امریکی مفادات کا پوری دنیا میں تحفظ کرنا اور ممکنہ کرائسز کا حل پیش کرنا ہے۔ اس ادارے میں امریکہ کے ان تھنک ٹینکس کے بڑے سکالرز موجود ہیں، جو امریکی عزائم کو پوری دنیا میں عمل میں لانے کی حکمت عملی مرتب کرتے ہیں۔

اسی طرح مصر میں حسنی مبارک مخالف تحریک کے ایک اور ہیرو ''وائل غُنیم'' رہے۔ ان کو حسنی مبارک کے استعفے سے کچھ پہلے گرفتار ہونے پر مغربی میڈیا نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ یہ موصوف گوگل کمپنی کے مشرق وسطیٰ اور مغربی افریقہ کے ڈائریکٹر مارکیٹنگ ہوتے ہوئے کمپنی سے چھٹی لے کر مصر تشریف لائے اور تحریک کو فیس بک اور ٹوئٹر کے ذریعے کو آرڈینیٹ کیا۔ حسنی مبارک کے قاہرہ چھوڑنے کے بعد سی این این نے سب سے پہلے انہی کو آن ائیر لیا۔ اور ان کی رائے مانگی تو انھوں نے وہی الفاظ دہرائے، جو جارج بش نے عراق میں بغداد کی تباہی کے بعد کہے تھے: ''مشن اکامپلشڈ'' (mission accomplished)۔

اسی طرز پر الائنس فور یوتھ موومنٹس کی دوسری اور تیسری کانفرنسز 2009ء اور 2010ء میں امریکی ریاست نیو میکسیکو اور لندن میں ہوئیں۔ ان کانفرنسز میں پہلی کانفرنس کے مقابلے میں زیادہ مندوبین نے شرکت کی۔ ان مندوبین کی فہرست الائنس فور یوتھ موومنٹس کی ویب سائٹ movements.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔ یہاں پر قارئین پاکستان سے شامل ہونے والے ایکٹیوسٹس کی بھی تفصیلات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر ان کانفرنسز میں شامل مندوبین، وہ نوجوانان تھے، جو سیاسی نظام اور اس کے محرکات سے قطعی طور پر ناواقف ہیں۔ اور اپنے اخلاص میں اپنے معاشرے میں بسنے والے انسانوں کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں۔ یہ ایکٹیوسٹس سامراج کی تاریخ اور اس کے ہتھکنڈوں سے ناواقف ہیں۔ اور اس کے نت نئے شکنجوں میں پھنسانے کے طور طریقوں سے قطعی طور پر بے بہرہ اور ناآشنا۔ اس طرح کے سادہ لوح، مخلص نوجوانوں کو امریکی نظام نے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہوئے اپنی پرانی چالوں کو نئے جامے پہناتے ہوئے استعمال کرنے کی حکمت عملی اپنائی۔ اور اپنے نظام کے بہترین تربیت یافتہ لوگوں کے حوالے کیا۔

اگر 2010ء کی منعقدہ کانفرنس میں ٹریننگ دینے والوں اور کانفرنس آرگنائز کرنے

rahimia.org

والوں کی فہرست اوران کے پروفائل دیکھے جائیں تواس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیاسی شعور سے نابلد اِن ایکٹیوسٹس کی کن اصولوں پر تربیت کی گئی ہوگی۔ ان تربیت دینے والوں میں سے ایک فرح پنڈت تھیں، جومسلم کمیونٹی کے لیے امریکہ کی نمائندہ خصوصی ہیں۔ اُن کا کام یہ ہے کہ وہ امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن کے مسلمانوں کے ساتھ روابط کے وژن کو عملی طور پر نافذ کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ اور براہِ راست سیکرٹری کلنٹن کو رپورٹ کرتیں ہیں۔ فرح پنڈت امریکی نیشنل سیکورٹی کونسل کے لیے بھی خدمات سرانجام دے چکی ہیں۔

اسی تقریب کے ایک اور سپیکر جیریڈ کوہن تھے۔ جو الائنس فور یوتھ موومنٹس کے شریک مؤسس (co founder) بھی ہیں۔ کونڈولیزا رائس کی پالیسی پلاننگ سٹاف کا حصہ رہے ہیں۔ اور اسی دوران جیرڈ کوہن، کونڈولیزا رائس کو انسدادِ دہشت گردی اور آئیڈیاز کی جنگ (War of Ideas) پر بھی رہنمائی دے چکے ہیں۔ جیریڈ کوہن اب گوگل کے ڈائریکٹرز آئیڈیاز (Director Ideas) کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔

اے وائے ایم کے موجودہ ایگزیکٹوڈائریکٹر ڈیوڈ نثار، دُنیا کی ایک معروف آن لائن سٹریٹجی فرم کے نائب صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں علاوہ ازیں ڈیوڈ نثار مشرقِ وسطیٰ میں سیاسی جماعتوں کی مضبوطی کے لیے نیشنل ڈیموکریٹک انسٹی ٹیوٹ فار انٹرنیشنل افیئرز (National Democratic Institute for International Affairs) کے پروگرام بھی چلاتے رہے ہیں۔ اے وائے ایم کے دوسرے ایگزیکٹوڈائریکٹر سام گرہان فیلسن (Sam Graham Felsen) اوباما کی الیکشن مہم کے دوران ڈائریکٹر بلاگنگ (Director Blogging) کے طور پر کام کرچکے ہیں۔ 2010ء کے اے وائے ایم کے اجلاس کی سمٹ مینیجر (Summit Manager) ایرن مازرسکی (Erin Mazursky) امریکی صدر اوباما کی الیکشن مہم کے دوران سٹاف ممبر کے طور پر کام کر چکی ہے۔ اے وائے ایم کی فیلو کوارڈینیٹر (Fellow Coordinator) نورا میریانا سلیم (Nora Marianna Saleem) اس وقت بیروت میں امریکی کمپنیوں کے مفادات کے لیے کام کررہی ہیں۔ اے وائی ایم کی ویب سائٹ کے مطابق ''نورا کو اس بات کا یقین ہے کہ امریکی انٹر پرائز کو مشرق وسطیٰ میں فروغ دینا خطے کے لیے انتہائی اہم ہے۔''

ان سپیکرز اور آرگنائزرز کے پروفائل دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کی الائنس فور یوتھ موومنٹس کا بنیادی مقصد امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے انٹرنیٹ جنریشن (Internet generation) کا استعمال ہے۔ اسی انٹرنیٹ جنریشن کو ہیلری کلنٹن امریکی مفادات کے تحفظ کا ضامن سمجھتی ہے۔ اس حوالے سے movements.org پر ہیلری کلنٹن کے تأثرات پڑھے جاسکتے ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں ''جادوئی'' تبدیلیوں کو عظیم انقلاب ثابت کرنے والے بین الاقوامی میڈیا نے وہاں پر موجود ڈیجیٹل ایکٹیوسٹس (digital activists) کی امریکی پشت پناہی کو منظرعام پر نہیں آنے دیا۔ حال آں کہ تیونس اور پھر مصر میں تمام تر مظاہروں کی کوآرڈینیشن انٹرنیٹ، خاص طور پر ٹوئٹر اور گوگل کے ذریعے ہوئی۔ مگر مغربی اخبارات اور ٹی وی چینلز نے ان کمپنیز کے ایگزیکٹوز کا کہیں تذکرہ نہیں کیا، جنھوں نے ان ایکٹیوسٹس کے سرغنوں کو نیویارک، نیو میکسیکو اور لندن میں تربیت کی۔ ظاہر ہے وہ یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے کہ ان تحریکات نے انہی ممالک کے بطن سے جنم لیا ہے۔ ان کا تعلق کسی بھی امریکی ادارے سے جوڑنا، ان جعلی تحریکات کے لیے زہر قاتل ثابت ہوسکتا تھا۔ اس حالیہ پیش رفت نے ایک بات تو ثابت کردی ہے اور وہ یہ کی گوگل اور ٹوئٹر جیسے ادارے، جو آج کے دن تک اپنی غیر جانب داریت کا راگ الاپ رہے ہیں، درحقیقت امریکی سامراج کے ہی اکیسویں صدی کے سائبر ہتھیار ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کے ان نئے ہتھیاروں سے پُرانا سامراج ظلم کے کون کون سے نئے بازار سجاتا ہے۔ جہاں تک نظامِ ظلم میں پروان چڑھنے والی انٹرنیٹ جنریشن کا تعلق ہے، تو ان کو چاہیے کہ مِیر کے اس شعر کو سمجھنے کی کوشش کریں ؎

هم بھی کیا سادہ ہیں میر، بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

(بقیہ رفتارِ کار) مؤرخہ 27/فروری کو حضرت اقدس رائے پوری اور ان کے رُفقا سکھر سے محراب پور تشریف لائے۔ جہاں پروفیسر امجد علی آرائیں، جناب محمد سعید انبالوی اور دیگر احباب نے بھرپور استقبال کیا۔ نوجوانوں کے ساتھ مختلف استفادہ نشستوں کے ذریعے دینی موضوعات کی اہمیت واضح کی گئی۔ یہاں بھی حسبِ معمول مجلس ذکر کا اہتمام رہا۔ اور گرد ونواح کے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ احباب اور نوجوانوں نے بھرپور شرکت کی۔ سیرت النبیؐ کے موضوع پر عمومی سیمینار بھی منعقد کیا گیا۔

یکم/مارچ 2011ء محراب پور سے قاضی احمد تشریف آوری ہوئی۔ جہاں حاجی محمد بلال بلوچ اوران کے دیگر ساتھیوں نے حضرت اقدس کا استقبال کیا۔ انھوں نے ایک سکول میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا تھا۔ جس میں نوجوانوں نے خاصی تعداد میں شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد تقریباً سہ پہر 04 بجے ھالا شہر کے لیے روانگی ہوئی۔ جہاں جناب عبدالوحید کھوسو صاحب نے اپنے مکان پر حضرت اقدس رائے پوری کا استقبال کیا۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر کا اہتمام بھی انہی کے مکان پر ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے پُرتکلّف عشائیے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ رات گئے وہاں سے روانہ ہوکر حیدرآباد تشریف آوری ہوئی۔ جہاں مولانا محمد اشرف اُنڑ نے اپنے نوجوان احباب کی معیت میں حضرت کا استقبال کیا۔ حیدرآباد میں مجالس ذکر میں شہر کے تمام قدیمی احباب اور نوجوانوں نے شرکت کی۔ خاص طور پر مولانا محمد ایوب بندھانی، ڈاکٹر محمد عبدالمغیث ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اگلے روز حیدرآباد پریس کلب میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر خطابات ہوئے۔ جس میں جام شورو اور سندھ یونیورسٹی کے نوجوان احباب نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

مؤرخہ 03/مارچ کو ادارہ رحیمیہ کراچی کیمپس میں تشریف آوری ہوئی۔ جہاں انجینئر آفتاب احمد عباسی، کراچی کیمپس کے ناظم جان محمد گدارو اور انجینئر عرفان احمد لون وغیرہ احباب نے بھرپور استقبال کیا۔ اگلے پانچ چھ روز احباب نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ سے بھرپور استفادہ کیا۔ روازنہ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر کا انعقاد ہوتا رہا۔ جس میں کثرت سے احباب نے شرکت کی۔ سیرت النبیؐ کے موضوع پر پروگرامات منعقد ہوئے۔ نیز خواتین کے لیے درسِ قرآن کا پروگرام بھی منعقد ہوا۔ اس طرح 08/مارچ تک سندھ کے احباب نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ سے خوب فیض حاصل کیا۔ اس دورے کے دوران سینکڑوں احباب نے حضرت اقدس سے بیعت کی۔ اور ذکر واذکار کی اہمیت اور دینی حوالے سے سماجی تبدیلی کی شعوری جدوجہد کے حوالے سے فہم وبصیرت حاصل کی۔ 08/مارچ کو کراچی سے بذریعہ جہاز لاہور واپسی ہوئی۔

رفتارِ کار....

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ سندھ

مؤرخہ 18/فروری، بروز جمعۃ المبارک 2011ء کو بعد از نمازِ جمعہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ لاہور ائیر پورٹ سے سکھر کے لیے روانہ ہوئے۔ سکھر ائیر پورٹ پر صوبہ سندھ کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے احباب نے حضرت اقدس رائے پوری کا شان دار استقبال کیا۔ اس موقعے پر ادارہ رحیمیہ سکھر کے ریجنل ناظم ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی اور ادارہ رحیمیہ کراچی کے ریجنل ناظم جان محمد گدارو اور ادارہ کی مجلس مشاورت کے اراکین: حاجی محمد بلال بلوچ، مولانا عبداللہ عابد سندھی، انجینئر آفتاب احمد عباسی، پروفیسر امجد علی آرائیں، مولانا محمد اشرف اُنڑ، حفیظ اللہ پھلپوٹو، انجینئر آصف رضا میمن اور سندھ کے تمام علاقوں سے آئے ہوئے دیگر سینکڑوں احباب موجود تھے۔ سکھر آمد کے بعد احباب سے ابتدائی ملاقات ہوئی۔

اگلے روز صبح کو حضرت اقدس رائے پوری کے مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی بھی بورے والا سے سکھر تشریف لے آئے۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کا قیام ایک روز سکھر میں رہا۔ اس کے بعد لاڑکانہ، شکار پور، جیکب آباد، خیر پور میرس کے دورے پر تشریف لے گئے۔ اس پورے سفر میں ہر جگہ کثرت سے احباب نے شرکت کی۔ اور سیرت النبیؐ کے موضوعات پر بڑے اجلاسات اور اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان پروگراموں میں ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی، انجینئر آفتاب احمد عباسی، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطابات کیے۔ ہر جگہ پر احباب نے بڑے جوش وخروش سے شرکت کی۔ حضرت اقدس مدظلہ کے مختصر نصائح اور اختتامی دعا سے ان پروگراموں کی تکمیل ہوئی۔ عمومی پروگراموں کے علاوہ نوجوان احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے خصوصی ملاقات اور استفادہ کیا۔ جس میں دینی حوالے سے نوجوانوں کی ذمہ داریوں اور ان کی شعوری جدوجہد کی اہمیت پر گفتگو ہوئی۔ ہر شہر میں روزانہ بعد از نمازِ مغرب مجلس ذکر کا اہتمام بھی رہا۔ جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ نوجوانوں نے والہانہ انداز میں بھر پور شرکت کی۔ اور مجالس ذکر سے اپنے دلوں کو منور کیا۔ اس طرح اس دورے کے دوران دوستوں نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی صحبت سے بھر پور استفادہ کیا۔ ان شہروں میں خواتین کے لیے بھی درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ اس طرح قرآن حکیم کے پیغام کو عام کرنے میں کافی سرگرمی دیکھنے میں آئی۔ نیز قرآنی موضوعات پر نوجوانوں کے لیے بھی پروگرام منعقد کیے گئے۔

مؤرخہ 25/فروری، بروز جمعۃ المبارک کو پُرانا سکھر کی شاہی جامع مسجد میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے جمعے کی نماز ادا فرمائی۔ اس موقعے پر نمازِ جمعہ سے قبل ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے سیرتِ نبویہؐ سے رہنمائی لینے کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ جب کہ جامع مسجد حنفیہ پُرانا سکھر میں مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے خطاب کیا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ اور اسی روز سکھر کے مشہور تعلیمی ادارے I.B.A میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے طلبا سے اسلام کے معاشی نظام کے موضوع پر خطاب کیا۔ اور اس حوالے سے نوجوانوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی نے ''دارِ عمیر'' پرانا سکھر میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک عمومی مجلس سے خطاب کیا۔ اور سوالات کے جوابات دیے۔ بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال 1: میری اہلیہ کے پاس زیورات ہیں۔ تو کیا زکوٰۃ مجھے ادا کرنی ضروری ہے یا اہلیہ خود اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گی؟ سائل: محمد شاہد، لندن

جواب: اگر زیورات کی مالک بیوی ہے تو زکوٰۃ بھی اسی پر واجب ہوگی۔

سوال 2: ایک دینی ادارہ نے کے مہتمم، زکوٰۃ کی رقم کسی شخص کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھی تاکہ بوقتِ ضرورت اس سے وصول کرکے مستحق طلبا پر خرچ کرے۔ لیکن اس شخص نے مذکورہ رقم کا کچھ حصہ اپنی کسی ضرورت پر خرچ کر ڈالا۔ جب کہ بعد میں اس کی ادائیگی بھی کر دی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ سائل: جان محمد گدارو، کراچی

جواب: زکوٰۃ کی رقم، جو مستحقین طلبا کے لیے تھے، اس کا اپنی ضروریات کے لیے خرچ کرنا درست نہیں۔ ادائیگی کے ساتھ استغفار اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

سوال 3: امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص دوسری رکعت میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا۔ جب امام صاحب نے نماز کی تکمیل پر سلام پھیرا تو اس مسبوق نے بھی غلطی سے سلام پھیر دیا۔ ساتھ والے نمازیوں نے کہا کہ آپ کی نماز پوری نہیں ہوئی۔ آپ کی ایک رکعت باقی ہے۔ چناں چہ وہ کھڑا ہوا اور بقیہ ایک رکعت پڑھی اور سجدہ سہو کر کے اپنی نماز کو مکمل کر لیا تو کیا یہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟ سرفراز احمد عباسی، لاڑکانہ

جواب: ایسا شخص، جس کے ذمے نماز کا کچھ حصہ باقی ہے اور امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیر لے اور بعد میں اس کو خود بخود یاد آ جائے یا دوسرے آدمی کی یاد دہانی سے یاد آ جائے اور کھڑا ہو کر بقیہ نماز مکمل کر کے سجدہ سہو کر لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ بشرطیکہ اس نے اس دوران کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو، جو نماز کے منافی ہو۔

سوال 4: آج کل جانوروں کی کھال سے لباس وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں۔ کیا حرام جانوروں کی کھال استعمال کرنا مسلمان کے لیے درست ہے یا نہیں؟ مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

جواب: خنزیر کی کھال کے علاوہ باقی تمام جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور اس کا استعمال درست ہے۔ دباغت کا مطلب یہ ہے کہ اس کھال کی رطوبات مکمل طور پر کیمیکل کے استعمال یا کسی اور طریقے سے خشک کر دی جائیں۔

بقیہ خطبہ جمعہ

آج ہم نے اس بات کا عزم کرنا ہے کہ انبیا کی وہ تعلیمات، جس میں انسانی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت واستعداد موجود ہے، ان کو سیاسی، معاشی اور عمرانی نقطۂ نظر سے سمجھنا ہے۔ روایتی مذہبی طبقے کے طریقے سے نکل کر انسانی مسائل کو حل کرنے کی عقل پیدا کرنا آج کے دور میں مسلمان جماعت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر ہمارا نوجوان اس ذمہ داری کو قبول کر کے جدوجہد کا راستہ اختیار کرے تو نہ صرف اپنے مسائل حل کر سکتا ہے، بلکہ پوری انسانیت کے مسائل کو حل کرنے کے حوالے سے نگرانی کا اظہار کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ اگر یہ صلاحیت اور مہارت نہیں ہے، صرف جذبات، نعرہ بازی اور بات چیت کا عمل ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ آج ہم عزم کریں کہ قرآنی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اپنے سماجی مسائل حل کرنے کا طریقہ کار اختیار کرنا ہے۔ اس میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔